بزرگ اور ممتاز اصحاب فکر اور ارباب قلم میں سے تھے۔ جن کا مسلمانوں کے نشاۃ ثانیہ اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ تھا، قوم و ملت کے لئے مصائب جھیلے اور مادی زندگی بے لوث خدمات میں خرچ کی، آج جو قوم آزادی کے نشہ میں مدہوش ہو کر اپنا تن من دھن سب کچھ کھو چکی ہے، اپنے آپ کو اپنے دین و ثقافت کو اپنے تہذیب و تمدن کو فراموش کر چکی ہے، اپنے عزتِ نفس اور خودی کا سودا سرراہ یورپ کے طوائف خانہ میں لگا چکی ہے اس قوم کی اکثریت اگر اپنے محسنوں کو بھول چکی ہو، اس قوم کے نوجوانوں کو اپنے بے لوث اور مخلص خادموں کے احوال و سوانح تک کا علم نہ ہو تو اس پر تعجب کیوں ہو۔ سچے خادموں کو قربانیوں کا صلہ زندگی میں نہیں ملتا، بناوٹ اور تصنع کے دور میں زندگی کی سٹیج پر بھی ایکٹروں اور نقالوں کا قبضہ ہو جاتا ہے، حقیقت پردوں میں مستور ہو جاتی ہے۔ شیر شکار کرتا ہے گیدڑ اور لومڑیاں اس کا مزا اڑاتی ہیں، مگر یہ صلہ کیا کم ہے کہ زندگی اصول اور مقاصد کی راہ میں قربان کر دی جائے۔ جب مقاصد پاکیزہ اور بلند ہوں، نیت خالص اور عزائم بے لوث ہوں تو ایسے لوگ کبھی نہیں مرتے، آخرت کی ابدی زندگی ان کا استقبال کرتی ہے، وہاں حقیقت ہی حقیقت ہے، وہاں مصنوعی ایکٹروں اور نقالوں کے لئے جگہ نہیں، وہ تو ان لوگوں کی اقلیم سلطنت و فرمانروائی ہے جنہوں نے حق و صداقت کا بول بالا کیا اور جن کا وجود ابدی حقیقتوں کا مناد اور علمبردار رہا۔

یہ سطور لکھتے وقت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی دامت برکاتہم سرزمین پاکستان پر جلوہ افروز ہیں، اور ہم دل کی گہرائیوں سے ان کی خدمت میں مرحبا اور خوش آمدید کہتے ہیں، حضرت قاری صاحب عالم اسلام کی قابل احترام شخصیت، علوم نبویہ کے جید عالم، حقائق اسلامیہ کے ترجمان اور خود اپنے اولوالعزم جد بزرگوار حجۃ الاسلام امام محمد قاسم نانوتوی کی حکمت قاسمیہ کے مظہر اور امین ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تقریباً نصف صدی سے حضرت قاری صاحب عالم اسلام کی اس عالمی اور مرکزی نشرگاہ علوم رسالت دارالعلوم دیوبند کے مدیر ہیں جس کی حیثیت عالم اسلام کے لئے بمنزلہ قلب و روح ہے اور جس کا شریک و ہمسر ادارہ دین کے تحفظ اور دینی اقدار کی اشاعت کے لحاظ سے اس وقت پورے عالم اسلام میں نہیں ہے۔ اپنی اس عالمگیر اور بین الاقوامی حیثیت کی بنا پر دارالعلوم دیوبند صرف

ہندوستان کا نہیں پورے برصغیر اور پورے عالم اسلام کا مشترکہ اساسہ ہے ، اور اس لحاظ سے حضرت قاری صاحب کی ذات پوری اسلامی دنیا کے لئے مایہ ناز اور تمام مسلمانوں میں لائقِ احترام ہے ، پھر خوش قسمتی سے پاکستان جغرافیائی لحاظ سے برصغیر کا ایک اہم حصہ رہا ، اور اس مرکز علمی سے سب سے زیادہ اور اس کے فیوضات سے براہِ راست مستفید ہوتا رہا۔ اس ملک کی کیا بلکہ پورے برصغیر کے مسلمانوں کی اسلامی ، دینی ، علمی اور پھر سیاسی زندگی اس ادارہ اور اس کے اکابر کے مساعی کی رہین منت رہی ہے ، اس لئے بجا طور پر پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے قلوب میں دارالعلوم دیوبند اور لاکھوں افراد کے دلوں میں حضرت قاری صاحب اور دیگر اکابر دیوبند کے لئے بے پناہ جذبۂ عقیدت و احترام پایا جاتا ہے۔ اور طبعی طور پر اس روحانی ، علمی اور ثقافتی روابط کی بناء پر سب کے دلوں میں حضرت قاری صاحب کی زیارت اور ان کے فیوضات سے استفادہ کی تڑپ رہتی ہے ، مگر اس دفعہ عقیدتمندوں کے اس شوق اور روحانی تعلق کو ہمارے ہاں جس بری طرح مجروح اور پائمال کیا گیا اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے ، پہلے تو سالہا سال سے حضرت کے متوسلین اور اعزہ واقارب کی کوششوں کے باوجود ویزا پر پابندی رہی پھر جب ویزا ملا تو پاکستان داخل ہوتے ہی ان کی زبان بندی کی گئی ، یہ صورتحال ہماری سمجھ سے بالاتر ہے مگر اتنی بات تو یقینی ہے کہ ــــ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں ــــ اس لحاظ سے یہ صورتحال اور بھی بے حد افسوسناک ہے کہ حضرت کی شخصیت اس وقت نہ کوئی سیاسی شخصیت ہے' نہ نزاعی اور نہ ان کے ارشادات کا ہدف کسی خاص فرقہ کی تائید اور دوسرے فرقہ پر تنقید رہا ہے۔ ان کی تقاریر اور خطبات کا ریکارڈ اس امر کی کھلی شہادت دے گا کہ حضرت نے ہمیشہ نہایت سلجھے ہوئے سنجیدہ اور متین انداز میں کتاب وسنت کی ترجمانی کی ہے۔ ان کا محور ٹھوس علمی مضامین کا حکیمانہ بیان اور اصلاحِ امت ہی رہا ، کسی سیاسی موضوع یا مذہبی فرقہ کو ہرگز نشانہ نہیں بنایا۔ پھر مسلمانانِ برصغیر کے نشاۃ ثانیہ میں حضرت قاری صاحب نے اپنی صوابدید کی بناء پر جو کچھ کیا وہ بھی خواب وخیال کی باتیں نہیں ہیں کہ اتنی جلد بھلائی جائیں۔ تو کیا اکابر امت اور قاری صاحب کے یہ تمام علمی مزایا اور فضائل ، دینی کارنامے اور اسلامی خدمات اور بین الاقوامی حیثیت اس سلوک اور پذیرائی کی مستحق ہے ؟ ــــ کیا "سرزمین پاک" کے مقدر میں یہی رہ گیا ہے کہ اس کے دروازے نام نہاد "سیدنا" قسم کے بزرگوں اور خود ساختہ فرقوں اور

گروہوں کے "امیروں" اور "اماموں" کیلئے تو چوپٹ کھلے ہوں عیسائی "فادر" اور ظلّی و بروزی خلفاء تو ہر اعزاز و اکرام کے مستحق سمجھے جائیں ثقافتی طائفوں کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کیا جائے، اور قوم کی دولت ان پر فدایانہ نثار کی جائے مگر پابندی ہو تو اُن لوگوں کی نقل و حرکت پر جن کے دم قدم سے آج اس سرزمین میں خدا اور اس کے رسول کا نام گونج رہا ہے۔ اور جس نام کے صدقے سے آج ہم مسندِ حکومت و امارت پر براجمان ہیں ——

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
۵ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

جہادِ ستمبر ۱۹۶۵ء موقر معاصر ماہنامہ البلاغ کراچی نے جہادِ ستمبر ۶۵ء کے بارہ میں ایک سوالنامہ کے ذریعہ اکابرِ ملّت اور عمائدین قوم کی رائے معلوم کرنی چاہی ہے۔ اس قسم کے ایک سوالنامے کا جواب ماہنامہ الحق کے سرپرست حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کی طرف سے بھی دیا گیا ہے، جس میں ہم قارئین الحق کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں:-

سوال۔ جہادِ ستمبر میں فتح کے اسباب کیا تھے۔؟

جواب۔ فتح کا بنیادی سبب نصرتِ خداوندی کا ظہور تھا جس کے نتیجہ میں پاکستان کے تمام باشندے اپنے وسائل اور ذرائع کو فتح و کامرانی کے لئے بروئے کار لائے، پوری قوم اس معاملہ میں متحد ہوئی، اہل اللہ اور عبادِ صالحین نے ابتہال اور تضرع سے علماء اور خطباء و مفتیین نے جذبۂ جہاد بیدار کرنے اور ابھارنے کی کوشش سے سیاسی اور قومی رہنماؤں نے پوری یکجہتی کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھنے سے تجار اور متمول حضرات نے مالی اور اقتصادی تعاون سے عامۃ المسلمین نے ایثار اور قربانیوں سے اور سب سے بڑھ کر پاکستانی افواج کے سرفروش مجاہدین نے اپنے مومنانہ کردار، مجاہدانہ حوصلہ، استقامت اور صبر و ثبات سے ملک کو کامرانی اور اسلام کو اقوامِ عالم میں سرخروئی سے ہمکنار کر دیا۔ اگر پاکستانی افواج کا سرخروئی آخرت اور رضائے مولیٰ کے حصول کا جزم و یقین اور حیاتِ جاودانی کا عقیدہ نہ ہوتا تو محض اسباب و آلات اور صرف بہترین فوجی تربیت سے یہ چیز حاصل نہ ہوتی ——